العلم فی زمرۃ المساکین

مصنف

شیخ الحدیث فاتح قادیانیت حضرت مولانا عبد الوہاب سریابی صاحب رحمہ اللہ

مرتب

صاحبزادہ حضرت مولانا محمد جاوید صاحب

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت مولانا شمس الحق افغانی صاحبؒ

ودیگر اکابرین بلوچستان

يرفع الله الذين اٰمنوا منكم والذين اوتوا العلم درجٰت (القرآن)

العلم فى زمرة المساكين

تصنیف

شیخ الحدیث فاتح قادیانیت حضرت مولانا عبدالوہاب سریابی رحمۃ اللہ علیہ

مرتب

صاحبزادہ حضرت مولانا محمد جاوید صاحب حفظہ اللہ
(خطیب جامع مسجد بلال کوئٹہ)

مکتبہ تعلیم القرآن نظامیہ کلی جیو جہلم کاریز کوئٹہ

تفصیلات

نام: العلم فی زمرۃ المساکین

مصنف: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالوہاب سریابیؒ

مرتب: صاحبزادہ حضرت مولانا محمد جاوید صاحب

کمپوزنگ وڈیزائننگ: محمد عدنان حنفی

اشاعت اول: جنوری ۱۹۹۸ء

اشاعت دوم: اپریل ۲۰۲۳ء

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	تقریظات	۴
۲	عرض مرتب	۶
۳	سبب تالیف	۱۰
۴	مقدمہ	۱۲
۵	ایک عقلی تقاضا	۱۴
۶	دلیل نقلی	۱۵
۷	عموم وخصوص کا معنی	۱۵
۸	حدیث اول	۱۶
۹	دوسری حدیث	۱۶
۱۰	تیسری حدیث	۱۷
۱۱	پہلا فلسفہ آسانی	۱۸
۱۲	دوسرا فلسفہ حصول کثرت تبلیغ	۲۵
۱۳	ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۲۶
۱۴	تیسرا فلسفہ	۲۶

۱۵	چوتھا فلسفہ سدضرورت	۲۷
۱۶	پانچواں فلسفہ	۳۰
۱۷	چھٹا فلسفہ قلبی فراغت	۳۲

تقریظات

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا شمس الحق افغانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

العلم فی رمزۃ المساکین کو میں نے مطالعہ کی اور حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب نے عصر حاضر میں ان مساکین طلباء کرام پر بے جا اعتراضات کرنے والے بڑے طبقے کے لوگوں کے جوابات نہایت مدلل اور عالمانہ ودلکش انداز میں دیئے گئے ہیں۔فقط والسلام

(حضرت مولانا) شمس الحق عفا اللہ عنہ ترنگ زئی پشاور

حضرت مولانا اللہ بخش صاحب

فاضل جامعہ قاسم العلوم ملتان خطیب جامعہ مسجد سریاب

اول سے آخر تک رسالہ کو مطالعہ کیا اور اسکو حد سے زیادہ مفید پایا خصوصا ان کے فلسفوں کو بہت بہترین انداز میں تحریر فرمایا ہے اللہ تعالیٰ مولانا کے اس کوشش کو شرف قبولیت بخشے۔آمین

اللہ بخش عفی عنہ

خطیب جامعہ مسجد سریاب

حضرت مولانا محمد صدیق صاحب

مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم مستونگ

جو کچھ اس رسالہ (العلم زمرۃ المساکین) میں حضرت مولانا عبدالوہاب لہڑی سریابی صاحب نے لکھا ہے بالکل بجا لکھا ہے۔

احقر محمد صدیق خادم مدرسہ مفتاح العلوم مستونگ

(۱) بندہ محمد منیر الدین۔ (امام مسجد کوئٹہ ۱۳۷۸ھ)

(۲) اپنے بزرگوں کا پیر ہوں۔ (خادم گل محمد مدرس مدرسہ مطلع العلوم)

(۳) محمد جان غفرلہ۔ (شیخ الحدیث مدرسہ مطلع العلوم بروری روڈ کوئٹہ بلوچستان ۲۶ اکتوبر ۱۹۶۷ء)

(۴) بندہ عبدالرحمن کاشمیری عفاء اللہ عنہ

(۵) احقر العباد عبدالرحمن عفی عنہ۔ (مدرس از مدرسہ مفتاح العلوم ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۷ مستونگ)

(۶) عزت اللہ۔ (خطیب جامعہ مسجد مستونگ)

(۷) احقر عبدالغفور۔ (مدرس مفتاح العلوم مستونگ)

(۸) محمد قاسم۔ (مہتمم مدرسہ قاسم العلوم سریاب کوئٹہ)

عرض مرتب

اللہ تعالی کا احسان عظیم ہوا غرباء ومساکین پر کہ علم دین قرآن وحدیث کو خالق کائنات نے ان ہی کی جھولی میں ڈال دیا اور دنیا کے مال ودولت سرمایہ داوں شہزادوں کی جھولی میں ڈال دیا ہے۔اور غرباء اور مسکین اللہ تعالی کی اس تقسیم پر جتنا شکر کریں کم ہے کیونکہ اللہ تعالی نے خود قرآن مجید میں اس علم دین کی فضیلت اور برتری اور اس کے حصول کیلئے سرگرم طبقات کی خصوصیت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتو العلم درجٰت'' (المجادلہ)

اور جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجات کو بلند کرے گا۔

حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ علماء کو عام مسلمانوں پر سو درجہ فضیلت دی گئی ہیں اور ان کے باہم ہر دو درجوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اس سے علم کے حاصل کرنے والوں کے بلند مرتبہ اور وقار کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

''انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء ''اس کے بندوں میں سے اللہ تعالی سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہو اور دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے کہ خدا کے ہاں تم میں سب سے زیادہ مقرب وہ لوگ ہے جو اس سے زیادہ ڈرتے ہیں۔

''فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون''

اہل علم سے پوچھ لو اگر تم نہیں جانتے۔

''وتلک الامثال نضربھا للناس وما یعقلھا الاالعالمون'' (العنکبوت)

اور یہ مثالیں ہم لوگوں کیلئے بیان کرتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے سوائے اہل علم کے۔

''بل ھو اٰیات بینات فی صدور الذین اوتو العلم'' (العنکبوت)

بلکہ یہ روشن آیتیں ہیں جن لوگوں کو علم دیا گیا ان میں سینوں میں (محفوظ ہیں)۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں بخاری شریف میں کہ:

''من یرد اللہ بہ خیرا یفقہ فی الدین''

خدا تعالی جس سے بھلائی کرنا چاہتے ہیں اسے دین میں سمجھ (علم) عطا فرما دیتے ہیں۔

''من سلک طریقا یطلب بہ علما سھل اللہ لہ طریقا الی الجنۃ'' (بخاری شریف کتاب العلم)

جس نے کوئی راستہ علم کی طلب میں طے کیا خدا تعالی اس کیلئے جنت کا راستہ آسان فرمائیں گے۔

'' فضل لاعلم علی العابد کفضلی علی ادنا کم '' عابد پر علم کی فضیلت ایسی ہی ہے جیسے کہ مجھے تم میں سب سے معمولی آدمی پر، کتنے مبارک ہیں وہ غریب اور مسکین لوگ جو تحصیل علوم دین کر کے اپنے آپ کو ان آیات قرآنیہ وفرامین نبوی کا مستحق ثابت کرنے کے خدا تعالی کے فضل وکرم اور لطف وعنایات کے مورد بنتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ارشاد ہے کہ فقہ کی ایک مجلس ساٹھ سال کی عبادت سے زیادہ افضل ہے۔(کنز العمال جلد/ ۵ ص/ ۲۰۸)

حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کو علم، دولت اور سلطنت میں سے کسی ایک کو منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا تو انہوں نے علم منتخب کیا تو دولت وسلطنت بھی اس کے دامن سے وابستہ آئی۔(احیاء علوم الدین جلد/ا کتاب العلم)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرمایا کرتے تھے ''مجھے اس شخص پر تعجب ہے جو علم حاصل نہیں کرتا اس کے باوجود اپنے آپ کو عزت کئے جانے کا مستحق سمجھتا ہے۔امام شافعیؒ کا ایک شعر ہے ملاحظہ ہو:

شکوت الی وکیع سوء حفظی

فاوصانی الی ترک المعاصی

فان العلم نور من اله

و نور الله لا یعصی لعاصی

میں وکیع سے اپنے حافظہ کے خرابی کا ذکر کیا تو وکیع نے مجھے گناہوں کے چھوڑنے کی تلقین کی کیونکہ علم ایک نور الٰہی ہے اور نور الٰہی کسی گناہ گار کو نہیں دیا جاتا۔

حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں ایک مسئلہ حاصل کرلوں تو یہ میرے نزدیک رات بھر نفلیں پڑھنے سے افضل ہے۔زبیر بن ابوبکر فرمایا کرتے تھے کہ میرے والد نے مجھے یہ نصیحت کی لازم ہے کہ تم علم کی طلب کرو کیونکہ اگر تم فقیر ہوگئے تو علم تمہاری دولت ہوگی اگر تم غنی ہوئے تو مال تمہارا حسن ہوگا۔(احیاء علوم الدین جلد ا کتاب العلم)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

''العلماء ورثة الانبیاء ورثو العلم'' (بخاری کتاب العلم)

علماء انبیاء کے علم کے وارث ہیں۔

تمت

احقر محمد جاوید عفی اللہ

ابن شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالوہاب

لہڑی سریابی نور اللہ مرقدہ

بروز منگل بعد از تراویح

۲۷ جنوری ۱۹۹۸ء

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سبب تالیف:

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین اما بعد!

ان چند سطور کے قلم بند کرنے کا شوق اس لئے پیش آیا کہ بعض اوقات بعض مجلسوں میں علم دین کی خدمت کرنے والی شخصیتوں کو اور بوریا نشین طالبان دین محمدی کو بعض افراد انتہائی تحقیر وتنقیص کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہ علم دین سب مسلمانوں کی ایک مشترکہ میراث ہے اس کیلئے شاہ وگدا امیر ووزیر سب محنت کر کے سعادت حاصل کرتے کیونکہ اسی علم دین پر بقاء عالم کی بنیاد ہے۔

لایقوم لاساعتہ حتی یقول اللہ اللہ

لہذا یہ چند سطور اختصار العلم واہل دل کی خاطر دل میں گزرے اس کو اس عجالہ میں جمع کردیا۔

وما توفیقی الا باللہ وحسبی نعم الوکیل

اس میں ایک مقدمہ ہے اس کے بعد تین احادیث پاک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درج کی جاتی ہے ویسے تو ارشادات نبوی علی الصلوٰۃ والتسلیمات بہت ہیں۔ یہ تین احادیث اس عجالہ کیلئے دلیل نقلی شمار ہوتی ہے۔ اور پھر عقلی دلائل کے اعتبار سے چند حکمتیں پیش کی جاتی ہیں حکمت کو فلاسفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے تا کہ شدت پسند لوگوں کے مزاج کے موافق

ہو ویسے تو فلسفہ اور حکمت دونوں ایک معنی رکھتے ہیں۔

احقر عبدالوہاب لہڑی سریابی کوئٹہ بلوچستان

مؤرخہ: ۲۲ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ

مقدمہ

عرض ہے کہ ہر شخص کو نظر یہی آتا ہے کہ علم دین کے درپے اس کے حصول کیلئے جانی قربانی دینے اور اس میں اپنی ساری زندگی سفر کرنے والے حضرات کثر اللہ سوادھم اکثر وبیشتر غریب ومسکین ونادر لوگ ہوتے ہے، بہت شاذونادران میں کوئی امیرزادہ وزیرزادہ ہوگا لیکن

''القلیل کالمعدوم'' تھوڑا تو مثل معدوم ہے۔

اگر کوئی شخص اس بات کی تصدیق کرنا چاہے تو بیشک وہ ذرا وقت نکال کر ان دینی عربی مدارس ومکاتب کو جا کر ملاحظہ کرے وہاں اکثر غرباء ومساکین کے بچے ہوتے ہیں وہی تکلیف برداشت کر کے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان میں ایک بھی شاہ زادہ وزیرزادہ امیر زادہ نظر نہیں آئے گا حالانکہ فرضیت علم دین ان پر بھی عائد ہوتی ہے۔ چنانچہ ارشاد ربانی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

''طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ '' (مشکوۃ کتاب العلم)

علم کا طلب کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔

اب عرض یہ ہے کہ کیا کسی نے کبھی اس کیفیت اور اس اختصاص پر غور وفکر کیا ہے کہ یہ سارا معاملہ علم دین کے ساتھ غیر مربوط اور بے مناسبت اور بے حکمت ہے۔ یہ اور ایک اتفاقی امر ہے کہ ان مسکینوں کے جھولی میں علم دین پڑا ہیں۔ اور شاہ زادوں، امیرزادوں، وزیرزادوں دولت مند کے حصے میں دنیا جہاں کی دولت وثروت اور عارضی ساز وسامان

آ گئے۔اور خداوند کریم کا اس میں کوئی فلسفہ وحکمت مضمر نہیں ہے ایک مسلّم بات ہے کہ یہ راز بہت دقیق ہے اور بہت گہرا ہے اس کو کم فہم رکھنے والے لوگ کم بصیرت رکھنے والے افراد اور عام لوگ سرسری نظر سے سمجھتے ہی نہیں بلکہ اس کے جاننے کیلئے غور وفکر اور دماغ کی ضرورت ہے۔

یہاں ایک اور نکتہ قابل غور اور تعجب خیز ہے کہ علم دین وعلم الاحکام ایک عظیم عزت اور سرفرازی کا تمغہ شاہی ہے اور یقینا ہے بلکہ شاہوں کے تاج وتخت علم کے مقابلہ میں ہیچ نہیں ہے۔

خداوند کریم عزوجل کا ارشاد ہے:

''ھل یستوی الذین یعلمون والذین لایعلمون''

کیا برابر ہو سکتے ہیں وہ جنھوں نے علم دین سیکھا اور وہ جنھوں نے علم نہیں سیکھا۔

بلکہ ہرگز برابر نہیں ہو سکتے ؎

بنی آدم از علم یابد کمال
نہ از حشمت و جاہ مال منال

تو پھر جس طرح دوسری متاع واسباب دینا اور مال دولت آسائش اور مراعات امراء ،وزراء اور شاہ زادوں کو دی گئی تھیں قدرت اس علم دین کی شمع سے انھی کی شبستانوں کو روشن کر دیتی ہے اسے اور اس کے نور سے سینوں کو منور کیا جاتا اس نعمت سے بھی انھی کو بہتر طریقے بہرہ ور کیا جاتا ہے۔تاکہ ان کی سو فیصد تکریم ہوں۔مگر ہم دیکھتے ہیں کہ قدرت نے ایسا نہیں کیا ہے بلکہ علم دین صرف اہل مساکین کو ملا اور اس میں حکمت ہے اس حکمت کو اللہ

حکیم مطلق ہی جانتا ہے، ہم نہیں جانتے۔

ایک عقلی تقاضا

ویسے عقل وقیاس یہی تقاضہ کرتے ہیں کہ چاہیے تو یہ تھا کہ علم دین کو آسودہ لوگ امیر وزیر شاہ زادے حاصل کرتے ہیں اس میں دو فائدہ تھے ایک یہ کہ وہ اچھے دل ودماغ کے مالک ہوتے تھے اطمینان قلبی انہی کو بہتر حاصل ہے تحمل علم کیلئے وہ مناسب تھے۔

دوسرا یہ کہ علم دین کے نشر واشاعت انہی امراء ووزراء دولت مندوں کے ذریعہ سے بہتر طریقہ سے ہوسکتا تھا کہ ہم لوگ ان کی بات جلدی سنتے اوران کی اطاعت کرتے اس لئے کہ وہ لوگوں میں معزز شمار ہوتے ہیں:

''الناس اتباع من انز'' لوگ آسودہ لوگوں کا تابعدار بنتے ہیں۔

مگر باوجود اس تقاضا عقلی کے قدرت نے ایسا نہیں کیا ہے سارا معاملہ برعکس ہے۔ معلوم ہوا یہ اختصاص واستحقاق یہ تقسیم الٰہی یہ عطیہ الٰہی یہ ہدیہ حکیم مطلق یہ تمغہ شاہی یہ ورثۃ الانبیاء یہ خزانہ غیر فانی یہ متاع جاودانی کوئی اتفاقی چیز نہیں بلکہ پروردگار عالم کی جانب سے اس میں کئی حکمتیں مضمر ہیں۔ جو کہ ہر شخص کو سرسری فکر سے معلوم نہیں ہوسکتیں ان کے سمجھنے کیلئے بڑا تدبیر اور فکر درکار ہے۔ کیا خوب کہا ہے مولانا رومؒ نے:

''نکتہ چوں تیغ باریک ست تیز گر نہ داری توسپر ز نہا گریز''

تلوار جیسے تیز اور باریک نکتے ہیں اگر آپ کو فہم نہیں تو ان نتکہا کی تشریح سے گریز کر۔

دلیل نقلی

پہلے ایک تحقیق لفظ غریب ومسکین کے متعلق جاننا چاہیے کہ غریب ومسکین کے یہ دونوں لفظ بطور صفت احادیث میں آئی ہیں یہ دو لفظ معنی کے اعتبار سے ایک دسرے سے قریب ہیں ان عموم اور خصوص میں وجہ ہے غریب کو غریب اس لئے کہا جاتا ہے کہ مسافر وطن سے دور نا آشنا ہے اس کو کوئی نہیں پہچانتا ہے وہ غریب ہے اور مسکین کو اس لئے مسکین کہا جاتا ہے کہ اس کو مال ودولت نہیں اور حرکت وقوت سے رکا ہوا ہے گو یا حرکت سے وہ ساکن ہوا ہے۔

عموم وخصوص کا معنی

بسا اوقات ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ انسان غریب تو ہے کہ اپنے وطن سے دور ہے مگر یہ لازم نہیں کہ وہ مسکین بھی ہو اس لئے کہ ہوسکتا ہے مسافر ہو مگر اس کے پاس مال ودولت کافی ہے دوران سفر میں بھی وہ خوشحال رہتا ہے غریب اس کو صرف وطن سے دوری کی بناء پر کہا جاتا ہے۔ ے

منعم بکوہ دشت و بیابان غریب نیست
بہر کجا رفت خیمہ زد وبارگاہ ساخت

البتہ مسکین تو اپنی مسکینی کی وجہ سے اپنی وطن میں بھی نا آشنا قوت سے رہتا ہوا معلوم ہوتا ہے مسافری کو درکنار ہے۔

یہ دونوں طبقہ یعنی غرباء ومساکین امام الانبیاء خاتم النبیین کے ممدوحین میں سے ہیں ان

کی مدح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتا ہے:

''کفاهم تشریفا تکریما ولا یعدل به تاج ملک ولا سریره''

حدیث اول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہے کہ:

''قمت علی باب الجنة وكان عامة من دخلها المساكين '' (رواه البخاری ومسلم بحواله مشكوة)

شب معراج میں جنت کے دروازہ پر کھڑا ہوگیا تو اس میں عام طور پر داخل ہونے والے مساکین تھے۔

ایک رویات میں یہ آیا ہے:

''فرأیت اکثر اهلها الفقراء''

پس میں اکثر امالیان جنت فقیروں کو دیکھا۔

اس حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مسکین اور فقراء آئے ہیں یہی صف خاص ہے اس حاملان علم دین کیلئے کہ وہ مسکین وفقیر ہے۔

دوسری حدیث

دوسری روایت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

''بدء الاسلام غریبا سیعود کما بدء فطوبی للغرباء وهم الدین یصلحون مافسد الناس من بعدی من سنتی'' (رواه ترمذی

بحوالہ مشکوۃ)

فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسلام ابتدائی اپنی حالت میں جب شروع ہوا ہے غریب نا آشنا ہوا ہے اور پھر اس غریبی کی طرف لوٹ جائے گا خوشخبری ہو ان غریبوں کیلئے کہ وہ اصلاح کرتی ہے میری سنت کی جو کہ لوگوں نے میرے بعد اس کو بگاڑا ہے۔

اس حدیث میں کام کرنے کے اعتبار سے غرباء کو یاد فرمایا ہے کہ دوسرے لوگ طریقہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بگاڑتے ہیں اور یہ غرباء لوگ اس سنت کی اصلاح کرتے رہے ہیں جو کہ عالم دین ہو کر اصلاح سنت کرتے ہیں اور یہی تو علماء کرام کی جماعت ہے کثر اللہ سوادہم یہی مژدہ ایمان افروز ان کو دربار نبوت سے مل رہا ہے۔

تیسری حدیث

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالی سے یہ دعا مانگتے تھے:

''اللهم احيني مسكينا وامتني مسكينا واحشرني في زمرة المساكين فقالت عائشة يارسول الله قال انهم يدخلون قبل اغنيائهم باربعين خريفا ياعائشة لاتردد المساكين ولو بشق تمر''

اے اللہ میری حیات مسکینی کر دے میری وفات مسکینی فرما میرا حشر مسکینوں کی جماعت میں فرما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کیوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا یہ مساکین اپنے اغنیاء کی جماعت سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے اے عائشہ رضی اللہ عنہا مسکین کو واپس نہ کر اگر چہ کھجور کا آدھا حصہ کیوں نہ ہو۔ ش

یاعائشة احبنی المساکین وقربیھم فان اللہ یقربک یوم القیامة (رواہ البیھقی وابن ماجہ بحوالہ مشکوۃ)

اے عائشہ مساکین کو دوست رکھ اور ان کی قربت ونزدیکی حاصل کر پس تحقیق اللہ تجھ کو اپنے نزدیک کرے گا قیامت کے دن۔

یہ کتنی بڑی سعادت ہے امام الانبیاء حضرت خاتم المرسلین ﷺ اس جماعت کے درمیان حیات وممات وحشر ہونے کا خواہش ظاہر فرمارہے ہیں اور یہ بھی ارشاد ہے کہ جس شخص نے مسکین کو اپنے قریب کیا تو اللہ عزوجل قیامت کے دن اس کو اپنے قریب کرے گا۔ مساکین کیلئے اس سے بڑھ کر اور سرور قلب کیا ہوسکتا ہے۔ احادیث اور روایات سے یہی ثابت ہوا کہ مسکین اللہ تعالی کو محبوب ہیں اور محبوب چیز کو محبوبوں کو دیا جاتا ہیں۔

اب اس بارہ میں فلسفہ اور حکمت کو دیکھئے کہ مساکین علم دین کے درپے ہیں یا دولت مند۔

پہلا فلسفہ آسانی

یعنی سیکھنے سکھانے کیلئے آسانی حاصل ہو افادہ اور استفادہ سہولت کو تقاضا کرتے تھے یہ آسانی مساکین کے ذریعہ سے حاصل ہوسکتا ہے اور لوگوں سے نہیں۔

قبل اس کے اصل فلسفہ کو بیان کیا جائے یہ جاننا ضروری ہے کہ قرآن وحدیث سے یہ بات ظاہر ہے کہ دنیا میں خداوند کریم کو محبوب ترین عمل اگر ہے وہ صرف دین حق ہے اور اس پر عمل ہے اور اس دین کی ترقی واشاعت کرانا ہے لوگوں میں اس کو متعارف کرانا اور سمجھانا لوگوں کو رضائے الہی کے طریقہ بتانا ہے آپ جانتے ہیں کہ صرف اسی کام کو سرانجام دینے

کیلئے انبیاء علی نبینا وعلیہم الف الف الصلوۃ والتسلیمات دنیا میں تشریف لائے اسی دین حق کی تبلیغ واشاعت اپنی تمام قیمتی زندگانی وقف کیں اور طرح طرح کے آلام ومصائب برداشت کئے اس معصوم قافلہ کے تمام افراد بلند ہمت اولوالعزم عالی حوصلہ کے مالک تھے یہ اللہ تعالی کے لاڈلے بندے اس دین حق کی تبلیغ واشاعت کیلئے اپنے سرکٹ وائے جلاوطن ہوئے جام شہادت بخوشی نوش فرماگئے۔مگر ایک ذرہ بھر انہوں نے اس تبلیغ دین میں کاہلی وسستی نہیں برادشت کی۔

اللھم صلی علی نبینا وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین وسلاما دائمین وعلی اٰلھم واصحابھم الی یوم الدین۔

معلوم ہوا کہ محبوب ترین چیز خداوند کریم کے نزدیک دین حق واشاعت دین ہے اس لئے کہ یہ دین اللہ ہی کا ہے۔

یدخلون فی دین اللہ افواجا (الآیۃ)

داخل ہوں گے اللہ کے دین میں فوج درفوج۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالی ہے:

ان الدین عنداللہ الاسلام (الایۃ)

دین صرف اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔

پھر جبرئیل والی حدیث میں ارکان اسلام وارکان ایمان واخلاص فی العبادۃ سب کو خود سیدالمرسلین نے دین فرمایا ہے۔

فانہ جبرئیل اتاکم یعلمکم دینکم (رواہ البخاری ومسلم

بحوالہ مشکوۃ)

تحقیق وہ جبرئیل تھا آیا تھا تعلیم دے دیں تم لوگوں کو تمہارے دین کی۔

مگر یاد رکھے فکر کیجئے کہ یہ دین صرف ایک ہی عمل کا نام نہیں ہے جیسا کہ حدیث جبرئیل سے ظاہر ہے بلکہ ایک مجموعہ اعمال کا نام ہے پھر ان اعمال میں کچھ کرنے کچھ نہ کرنے کے کام ہوتے ہیں۔

کرنے والے کاموں کو ادا کرنا اور بجالانا نہ کرنے والے کاموں سے پرہیز کرنے کا نام دین اور اسلام ہے۔اسی دین کے جائز اور ناجائز احکام وقوانین بھی تو اہم لابدی ہیں آسانی وتسہیل الحصول کے تقاضا کرتے تھے تاکہ ہر فرد بشر کو آسانی سے یہ احکام حاصل ہوسکیں اور وہ اس کے کرنے ونہ کرنے کے کاموں میں فرق کرنے سے روشناس ہوسکیں ۔تاکہ دین صحیح ہو رضائے الٰہی اس کو نصیب ہو۔اس حکمت اس فلسفہ سے خداوند کریم نے اس علم دین کیلئے بوجہ اکمل غرباء ومساکین سے کام لینا پسند فرمایا اور اسی طبقہ کو اس خدمت کیلئے مخصوص کیا ۔

منت منہ کہ خدمت سلطانی ہمی کنی
منت شناس کہ خدمت گزاشت است

ان باتوں سے ممکن ہے کہ بعض افراد اہل دولت سے کہیں کہ جی کونسا شخص دین سے ناواقف ہے کیا ہم دین اور اسلام کو نہیں جانتے صرف مسکین غرباء جانتے ہیں واہ یہ کیسی بات ہے وغیرہ وغیرہ:

میں عرض کرتا ہوں کہ یہ صحیح ہے کہ یہ لوگ واقعی دین اور اسلام سے بخوبی واقف ہیں مگر

یہاں بحث صرف واقفیت سے نہیں بلکہ علم دین سیکھنا اور دوسروں کو سکھلانا اس کی اشاعت کرنے سے بحث ہے جانی قربانی دینا یہ صرف مساکین سے حاصل ہوسکتا ہے۔شہزادوں اوروزیرزادوں سے نہیں:

این کرامت ہمرہ شہباز شاہین کردانند

البتہ ایک بات سے انکار نہیں کہ بعض اوقات خدا دوست امیر اور دولت مندوں کے مال ودولت سے دین کیلئے بہت کام کئے جاسکتے ہیں اس سے انکار نہیں مگر یہاں بحث جان خرچ کرنے سے ہیں، یہ تو استفادہ کے اعتبار سے آسانی کو تقاضا کرنا دین کیلئے تھا کہ اس استفادہ علم شہزادوں وزیرزادوں اور دولت مندوں کے ذریعہ سے آسان طریقہ سے حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔

یہ لوگ فاقہ برداشت کرکے بوریا پر بیٹھ کرعلم دین سیکھنے کی مشقت برداشت نہیں کرتے تھے تو ان کے انتخاب سے علم دین کیلئے ضائع ہونے کا خطرہ تھا۔

یہ تھا استفادہ کا پہلو اب افادہ کی طرف دیکھئے۔

افادہ:

یعنی فائدہ دینے کے اعتبار سے بھی علم دین آسانی کو تقاضا کرتا تھا اس لئے غریب ومسکین بے مال شخص اتنا رعب وتاب نہیں رکھتا ہے اور ناز ونزاکت کا مالک نہیں کہ کسی پر بدوران افادہ علم کبھی اس مسکین سے دہشت ورعب طاری ہوسکے تاکہ اس کے فائدہ حاصل کرنے میں رکاوٹ بنے بلکہ ہر شخص بلاخوف وبالا امتیاز انتہائی بے تکلفی وآزادی سے ان مسکین علماء سے علم دین بخوبی حاصل کرسکتا ہے دوران تحصیل اس حاصل کرنے والے شخص

کو کسی قسم کا رعب اور تکلیف معلوم نہیں ہوتی اس لئے کہ غریب مسکین کو مسئلہ دین دریافت کرنے اور سیکھنے سے اتنی شرم دامن گیر نہیں رہتا تا کہ دریافت کرنے میں جھجک محسوس ہو۔ اس کے برعکس اگر یہ علم دین شہزادوں، وزیرزادوں اور دولت مندوں کے پاس ہوجاتا تو ان کے دروازہ تک پہنچنا مشکل ہوجاتا خصوصا جب کہ علم دین سیکھنے والا کوئی غریب اور مسکین آدمی ہوجاتا ان سے ملاقات کرنے کیلئے شاہی دربان وحاجب دوسرے خدام کہاں چھوڑتے اگر کبھی خوش قسمتی سے کسی سے وہ ملاقات بھی کرتے پھر ان کو اتنی فرصت کہاں حاصل ہوتی کہ وہ ہر فرد کو بلا امتیاز جتنا بھی مسکین پوری توجہ اور فرصت سے تعلیم دیتے اور غریب ان کے سامنے بیٹھ کر علم المسائل حاصل کر سکتے یہ بہت مشکل معلوم ہوتا تھا۔

اس آسانی افادہ کی خاطر قدرت نے اس علم دین کیلئے غرباء اور مساکین کو مخصوص کیا وہ ہر طرح سے اس علم کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں یہی کافی ہے یہی کافی ہے اس کا فلسفہ اور حکمت کہ غرباء ومساکین کے ذریعہ سے دقیق نکتہ علم دین مفت حاصل ہوسکتا ہے دولت مندوں شہزادوں سے نہیں۔

ایک اور بھی معلوم ہونا چاہیے وہ یہ کہ جن جن چیزوں کو قدرت الہی نے دنیا میں بقاء حیات انسانی کیلئے بہت اہم اور ضروری قرار دیا یا ان چیزوں کو بالکل مفت بنایا ہے ان کیلئے کوئی قیمت دینا نہیں پڑتی۔ جس طرح پانی ہے، ہوا ہے، روشنی ہے اگر کبھی کسی جگہ اتفاقاً ان اشیاء کیلئے قیمت بھی ہو تو وہ دوسری اشیاء کے مقابلہ میں بہت کم ہوتی ہے۔ چونکہ علم دین حیات اخروی کیلئے ضروری ہے اس کو بھی قدرت نے مفت کر دیا ہے اور بالکل سستا بنا دیا ہے اور یہ آسانی غریب کے علاوہ کسی اور طبقہ کے ذریعہ سے حاصل نہیں ہوسکتی تھی۔ یہی

حکمت ہے کہ عام طور پر ہم دیکھتے ہیں کہ تمام عربی مدارس میں اور دینی اداروں میں معلمین اور متعلمین مسافر اور مسکین ہوتے ہیں۔

اور باوجود اس مسکینی کے اہل مدارس طلباء کی تمام ضروریات مفت پوری کرتے ہیں یعنی پوشاک، مکان، روشنی، بستر، کمبل، چارپائی، کتابیں، سیاہی، قلم، علاج معالجہ کی اخراجات اور دیگر ضروریات مدرسہ کی جانب سے مفت پوری کی جاتی ہیں اور طالب علم سے کوئی فیس بھی نہیں لیتے یہ کتنی آسانی ہے مدارس اہل خیر سے مانگ مانگ کر منتظمین مصارف کو پورا کرتے ہیں اس اعتبار سے اہل مدارس بیچارے لوگوں کی نظر سے گرے ہوئے معلوم ہوتے ہیں قصور صرف یہی ہے کہ وہ ترقی دین کیلئے لوگوں سے مانگتے ہیں مال تو ان کے پاس ہے نہیں اس کے مقابل دنیاوی علوم اور سرکاری تعلیم گاہوں اور کالجوں میں جا کر دیکھئے وہاں تو طلباء سے فیس بھی لیتے ہیں اور پھر سارا ساز وسامان فرنیچر وغیرہ بھی سرکاری خزانوں سے پورے کئے جاتے ہیں۔ البتہ کتب وغیرہ خود طالب علم اپنے خرچے سے خریدتے ہیں استادوں کو تنخواہیں حکومت برداشت کرتی ہے اور وہ بھی معقول تنخواہ ہوتی ہیں۔

ویسے عقل وقیاس کا یہی تقاضا تھا کہ کمزور کی مدد کی جاتی کیونکہ کمزوروں کی امداد کرنا ہر مذہب ملت میں ایک اخلاقی فرض ہے تو عربی مدارس کمزور ہیں، حکومت کی جانب سے ان کو زیادہ امداد ملنی چاہیے مگر ایسا نہیں۔

قدرت کی شان دیکھئے کہ علم دین علم الاحکام مفت اور بے قیمت اس کے حاصل کرنے والے تعداد میں بہت کم ہے اور وہ بھی اکثر غرباء ومساکین نادر ہوتے ہیں۔ اور دنیاوی علم وملازمت حاصل کرنے کا علم قیمت اور فیس دینے پر حاصل ہوسکتا ہے اس کے شائقین

ہزاروں کے حساب میں ہوتے ہیں اوروپ بھی امیر زادہ شہزادہ اوروزیر زادہ ہوتے ہیں۔

یہاں بھی عقلی تقاضا یہی ہے کہ مسکین بیچارے اپنی ناداری دیکھ کر اپنی اولاد کو دنیاوی علم اور ملازمت حاصل کرنے والا علم سکھائے تاکہ ان کی آئندہ زندگی اچھے طریقہ سے خوشحال ہوجاتی۔روٹی کے غم سے نجات مل جاتی۔اوراہل دولت کو ملازمت کی ضرورت ہی کیا ہے ان کو تو قدرت نے زندگی بسر کرنے اندازہ پر مال ودولت کافی دی ہے وہ صرف علم دین سیکھنے کے شوق کرتے اوراس کے درپے ہوتے مگر پھر بھی ایسانہیں ہے علم دین صرف مساکین کیلئے ہیں۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

''رضينا قسمت الجبار فينا لنا العلم وللجهال مال افان المال يغنى عن قريب او ان العلم ليس له زوال''

ہم خدا تعالیٰ کی تقسیم پر راضی ہیں ہمارے لئے علم ہے اور جاہلوں کیلئے مال ، مال فنا ہوجاتا ہے اور علم کبھی فنا نہیں ہوتا۔

یقیناً خداوند کریم کو معلوم تھا کہ علم دین حاصل کرنے والے غرباء مساکین ہوں گے اس علم کو مفت کی جائے اس بناء پر دینی مدارس میں ساری ضروریات طالب علم کیلئے مفت دینے کا انتظام فرمایا گیا ہے۔اورسرکاری تعلیم گاہوں میں اکثر وزیرزادہ،شہزادہ اور دولت مند ہوتے ہیں ان سے اگر فیس یا دیگر مصارف لے جاتے ان کو کیا تکلیف ہے یہی حکمت ہے یہی فلسفہ اس تقسیم کی۔

''علم الدنيا بالقيمة وعلم الدين بالقسمة''

رضائے الٰہی حاصل کرنے والا علم مفت روزی کمانے والا کرسی حاصل کرنے والا علم قیمت پر یا بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ پیٹ پانے والا علم عہدہ حاصل کرنے والا علم دنیا سنوارنے والا علم قیمت سے حاصل ہوسکتا ہے معرفت الٰہی حاصل کرنے والا علم آخرت کو سنوارنے والا علم اخلاق انسانی کوسدارنے والا علم مفت ہوتا ہے۔کونسی علم کوعلم دین کہا جاتا ہےاس کی بیان مولانا رومؒ نے فرمایا ہے۔ ع

علم دین فقہ است تفسیر وحدیث

دوسری فلسفہ حصول کثرت تبلیغ

یعنی حکمت ایزی اس میں یہی پنہاں ہے کہ مساکین تعداد کے اعتبار سے بہت ہوتے ہیں ان کی کثرت کی وجہ سے تبلیغ دین کثرت سے حاصل ہوسکتی ہیں اس حکمت سے مساکین کومخصوص کیا گیا ہے علم دین کیلئے کیونکہ قلیل تعداد والی طبقہ سے تھوڑی کام حاصل ہوسکتی ہے کثیر الافراد والی طبقہ سے بہت کام حاصل ہوسکتا ہے۔

آپ نے دیکھا ہے جس تنظیم جس جماعت کی ممبر کثرت سے ہوتے ہیں وہی کامیاب ہوجاتا ہے جس حکومت کی فوج تعداد میں کثیر ہوتی ہے وہی اپنے حریفوں سے طاقتور شمار کی جاتی ہیں اقلیت والی جماعت کمزور شمار کی جاتی ہے۔

اس حکمت کی تحت قدرت باری تعالی علم دین کیلئے مساکین کی جماعت کومخصوص فرمایا ہے تاکہ تبلیغ دین ان کے ذریعہ سے کثرت سے حاصل ہوسکتی ہو ؎

ہر کسی را بہر کاری ساختند
شوق او را در دلش انداختند

امیر زادہ، وزیر زادہ کہاں دشت بیابانوں میں پہنچ کر علم کو پہنچادیتے ان کیلئے شاہی سواری کا انتظام کیسے میسر ہوسکتا تھا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

یہاں یہ خیال جلدی آجاتا ہے کہ کسی دور میں علم دوست شاہوں اور وزیروں نے کافی حدتک اپنے اپنے زمانہ میں علم دین کی خدمت بخوبی سرانجام دیئے ہیں جیسے سلطان مراد خان ترکی، محمود غزنوی، سلطان تیمور لنگ، عالمگیر، ہارون الرشید، نظام الملک وغیرہ اور موجودہ دور میں بھی بعض علم دوست مال دار شخصیات دین اور عالم دین کی خدمت کرتے ہیں۔موجودہ دینی مدارس انہی علم دوست حضرات کے تعاون سے تو چل رہے ہیں۔

میں عرض کروں گا کہ یہ صحیح ہے مگر یہ سب تو مالی امداد ہوتے ہیں ان کے مال سے یہ تعاون حاصل ہوا ہے یہاں اس عجالہ میں بحث حصول تعلیم ہے اور جانی قربانی دینے سے مراد ہے مال نہیں ہے۔

تیسری فلسفہ

اتمام حجت باری تعالی عزوجل اگر یہ علم دین کو غرباء ومساکین حاصل کریں تو اللہ تعالی کی اتمام حجت بوجہ اکمل ہوسکتا ہے نسبتا اور لوگوں کے یعنی پروردگار عالم اپنے بندوں پر اتمام حجت کرانا چاہتا ہے بایں طریقہ کہ علم دین کو مساکین کے حوالہ کردیا ہے ان غریبوں سے انتہائی بےتکلفی سے ہر جگہ ہر مقام ہر گاہوں اور تمام دشت بیابانوں میں ہر شخص کو علم دین پہنچا سکتا ہے یہ اس لئے کہ مساکین کی زندگی سادہ زندگی ہے وہ شہری زندگی کی اتنی

خواہشمند نہیں جتنا کہ امراء دولت مند ہوتے ہیں۔

اس اتمام حجت سے روئے قیامت کے دن کوئی شخص خداوند کریم کے سامنے اپنے جاہل ہونے کی عذر و بہانہ پیش نہیں کرسکتا ہے کہ مجھے دنیا میں علم الاحکام کسی بھی وجہ سے پہنچی ہی نہیں تھی میں جاہل رہا اور جائز اور ناجائز امور میں تمیز نہیں کرسکتا تھا۔ معصیت میں اس بناء پر مبتلا ہو گیا نافرمانی رہا، اس عذر و بہانہ کا رستہ کو بند کرنے کا نام اتمام حجت ہے۔ انسان کو ملامت کرنے کیلئے یہی کافی ہے کہ اب اگر رب الجلیل مواخذہ کرے وہ اس میں عادل ہے ویسے بھی وہ فعال لما یرید ہے تاہم اپنے رحمت سے اتمام حجت کے بعد مواخذہ کرے گا۔

چوتھی فلسفہ سد ضرورت

یعنی دین کیلئے احتیاجی کو دور کرنا ضروری تھا۔ مساکین کے علم دین حاصل کرنے سے علم کی وہ محتاجی دور ہوسکتا ہے امراء وزراء کے علم کے ذریعہ سے نہیں ہوسکتا اس لئے علم شریعت مساکین کو دی گئی شہزادوں کو نہیں وہ اس طرح سے کہ اگر کسی وقت کسی دور میں دین اور علم دین کیلئے رجال پیدا نہ ہو اور دینی امور میں کمزوری رونما ہوجائے دین کی ضرورت عام مسلمانوں کے دلوں سے محو ہوجائے دین کو دنیاوی تمام کاموں میں بالکل آخری درجہ دی جائے دین کا ہونا یا نہ ہونا خود مسلمانوں کے سینوں میں سے جاتا رہے جس طرح آجکل ہمارے صد سالہ دور ہے جو کہ آج تک چل رہا ہے موجودہ ۱۳۹۶ھ بمطابق ۱۹۷۶ء یہ سلسلہ انگریزوں کے دور حکومت سے شروع ہوا ہے روز بروز ترقی پر ہے دینی مکتب فکر کے سارے گروہ مساکین کی جماعت ہوتے ہیں۔

حالت یہ رہی ہے کہ آج دینی کام سرانجام دینے کیلئے ایک فرد بھی مفت نظر نہیں آتا بغیر کسی معاوضہ کے نہ کسی مسجد کیلئے مؤذن دستیاب ہوسکتا ہے نہ کسی مدرسہ میں استاد نہ امام مسجد مل سکتا ہے اس لئے کہ یہ جماعت بیچارے مسکین اتنی وسعت ان کو حاصل ہی نہیں کہ وہ فراخ دل ہوکر دینی خدمت کرسکیں تو لامحالہ اجرت لینی پڑتی ہیں۔ اب آپ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر یہ سوچے کہ ایسے نازک دور میں اگر دینی کام بغیر معاوضہ دینے کے نہ چل سکے دین کی خدمت کرانے کیلئے اجرت دینا ضروری ہوجائے تو احتیاج کو دور کرنے والے دردمند اہل خیر بقاء دین کیلئے خدمت گار طلب کرنا پڑے اور مساجد آباد کریں عربی مدارس کو زندہ رہنے کیلئے بیقرار ہوجائے تو یہ ضرورت مساکین کی وجہ سے قلیل معاوضہ پر ان کو خدمت گار قلیل تنخواہ پر راضی ہوکر اس دینی کام کو چلا سکے تاکہ دینی احکام ومسائل بالکل مضمحل نہ ہونے پائے اور اسلامی رسومات نکاح وجنازہ امامت واذان وغیرہ مسلمانوں کو حاصل ہوسکے۔

اسی سد ضرورت اور رفع احتیاج کی حکمت اور فلسفہ سے حکیم مطلق اس علم دین کیلئے غرباء ومساکین کو زیادہ تعداد میں مخصوص کیا ہے وہ بیچارے صرف قوت لایموت کے مقدار معاوضہ پر راضی ہوکر ہر جگہ ہر مسجد وہر دینی مدرسہ دینی خدمات سرانجام دے سکتے ہیں اور دے رہے ہیں کثر اللہ سوادھم آپ دیکھتے ہیں کہ کسی بھی دینی مدرسہ میں اگر چند دردمند اشخاص مل کر کتاب اللہ وسنت رسول اللہ وعلوم شریعت کی درس دینے کی بندوبست کرتے ہیں وہ سب اکثر مسکین ہوتے ہیں الا ماشاء اللہ اور سارے اپنے نفقہ عیال اپنے پاس نہیں رکھتے ہیں کسی مسجد میں اگر خطیب ہے یا مؤذن ہیں یا کسی جگہ معلم القرآن ہے یا مبلغ اسلام

ہے یا امام ہے اکثر اسی طبقہ مساکین سے ہوتے ہیں ان کی فہرست میں ایک بھی شہزادہ امیرزادہ وزیرزادہ اور دولت مند آپ کو نہیں مل سکے گا۔

اب ذرا غور کرنے کی بات یہ ہے کہ کیا اس احتیاجی کو اس ضرورت دینی کو امیرزادہ ،شہزادہ اور وزیرزادہ باقاعدہ علم دین سے فارغ التحصیل ہوکر پوری کرسکتے تھے۔ میں کہتا ہوں کیا مجال کسی کو کہ وہ کسی وزیرزادہ امیرزادہ کو معاوضہ دیگر کسی مسجد میں خطیب یا امام یا موذن مقرر کرسکے یا کسی عربی دینی مدرسہ میں استاد بنایا جاسکے۔کیا یہ ممکن ہے بلکہ میں کہتا ہوں ہرگز نہیں اول تو وہ امیرزادہ خود کس طرح اس قلیل معاوضہ پر راضی ہوکر اس دینی خدمت کیلئے تیار ہوجاتا ہے یہ بہت عقل سے بعید ہے۔

دوم: اگر بالفرض خدمت کیلئے تیار ہو بھی جائے تو وہ ضرور اپنے شان کے مطابق معاوضہ طلب کرتا ہے اسکی شاہی معاوضہ کو امیرانہ اجرت کو کون برداشت کرسکتا تھا تا کہ وہ خدمت دین میں مصروف ہوسکتے۔اب بتائے کہ ایسی حالت میں ایسے زمانہ میں علم دین جو کہ بقاء عالم اسی علم پر موقوف ہے ضائع ہوجاتا کہ نہیں اگر کچھ باقی رہتا بھی اسکی کیا حالت ہوجاتی۔

بلکہ مشاہدہ اور تجربہ تو یہ بتاتے ہیں کہ امیر وامیرزادہ وزیر ووزیرزادہ شاہ وشاہزادہ اور بڑے دولتمند حضرات مسجد میں اذان دینا یا کسی مدرسہ دینیہ مین درس علم دینا اپنے شان کے لئے مناسب سمجھتے ہی نہیں اسکو سرانجام دینا تو درکنار ہے۔

لہذا اسی حکمت کی تحت حکیم ازلی نے مساکین کو علم دین سیکھنے کیلئے آمادہ وموفق کیا ہے انہی کے ذریعہ سے یہ احتیاجی آج نظر نہیں آتی ہے ہرجگہ دینی مدارس اور مساجد جہاں بھی

ہیں آباد ہیں اور بالکل آسان طریقہ سے چل رہے ہیں ہر قصبہ میں اسلامی رسومات مثلاً نکاح جنازہ وغیرہ میسر ہوسکتی ہیں۔

پانچواں فلسفہ

جرات وشجاعت برائی اظہار احکام شریعت یعنی علم اور احکام الٰہی کی اشاعت واظہار کیلئے ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہوتی ہے کہ عالی حوصلہ بلند ہمت جرأت مند دل میں شجاعت ہوں اور نتیجہ سے بے نیاز لومتہ لام سے بے فکر ہوکر کسی وقت بھی مصلحت دنیاوی اسکے سامنے نہ ہو مصنوعی آداب مجلس اس کو کلام حق کہنے سے باز نہ رکھتا ہو۔

مناسبت مجلس اسکی دل دماغ متاثر نہ کرتا ہو کہ یہ مجلس مناسب ہے یا نامناسب نہیں وہ محض قلندرانہ انداز میں تبلیغ دین واشاعت احکام الٰہی کرتا ہو۔ امر ونواہی سناتا ہو اس کیلئے غریب افراد ومساکین زادہ اہمیت رکھتے تھے اس لحاظ سے اس حکمت سے یہی لوگ اس علم دین کے لئے من جانب اللہ توفیق دیئے گئے ہیں۔ ’’ **ولا تخافون لومته لائم** ‘‘ کے مصداق ہیں۔

اگر کوئی ناراض بھی ہو جائے انکی قلبی جرات وہمت کو کم نہیں کرسکتا ہے دوسری جانب امراء، وزراء، اغنیاء دولتمند لوگ کو ہم دیکھتے ہیں مجالس ومحافل میں سب باتوں کیلئے جرات وہمت دلیری رکھتے ہیں مگر وہ صرف اظہار احکام کیلئے خاموشی اختیار کرتے ہیں اور دل میں یہ جگہ دیتے ہیں کہ یہ مجلس ایسی باتوں کی مناسب نہیں تھی وہ بھی ان کے دین دار کہتے ہیں اگر اس مجلس میں غیر شرعی حرکتیں ہو بے شک ہو وہ ان کو سنتے ہیں لب کشائی ان کیلئے زیبا نہیں کرتے ہیں۔ مناسبت مجلس وہ مصلحت وقت اگر ہے تو صرت دینی احکام کیلئے ہیں

شریعت بتانے کیلئے ہے۔ باللعجب

یہاں بطور مثال دل چاہتا ہے دو واقعہ ضیافت طبع قارئین کردوں۔ایک صوبہ بلوچستان میں سبی کے معتبرین کے دربار میں حکومت نے ۱۹۷۱ء میں مولانا شمس الدین شہید مرحوم ممبر صوبائی اسمبلی کو شرکت کیلئے بھی مدعو کیا تھا۔وہاں تقسیم انعامات کے موقع پر کافی دیر ہوگئی تھی تو وہاں دربار میں نماز مغرب کی وقت آگئی مولانا شہید مرحوم عین دربار میں مغرب کی اذان دے کر نماز باجماعت ادا کی ہمیں یقین ہے کہ یہ بھی دربار انگریزوں کی دور حکومت سے لیکر آج تک سو سال سے سالانہ منعقد کیجاتی ہے اور سردار ومعززین امراء وزراء معتبرین سب کو اس میں دعوت دیجاتی ہے۔مگر میں بلاخوف تردید یہ کہ سکتا ہوں کہ اس سبی دربار کے بت کدہ میں یہ پہلے بار تھی اللہ اکبر کی آواز گونجی اور نماز باجماعت ادا کی گئی اور غالباً یہ آخری بھی ہوگئی اس کے بعد کوئی مائی کا لال ہو کہ ایسے مقام پر جرأت وہمت کر کے اذان دے نماز باجماعت گذار دینے والا شہید مسکین افراد سے تعلق رکھتے تھے۔انھیں جرات تھی ہمت تھی ورنہ اس دربار میں ماشاء اللہ سب کے سب مسلمان کلمہ گو بلکہ یکے پاپند صوم صلوۃ موجود ہوتے رہتے ہیں۔مگر یہ جرأت وشجاعت کہا ان میں کہ وہ اظہار دین کر سکیں اسکے تو بعض اوقات نمازیں قضا ہو جاتی انکو فکر نہیں رہتی۔

دوسرا واقعہ قومی اسمبلی میں تمام وزراء افسروں کے سامنے صاحب زادہ سفی اللہ ممبر قومی اسمبلی اذان دیدی تو مفتی محمود ممبر قومی اسمبلی نماز باجماعت ادا کیں۔آپ خیال کریں کہ کیا اس موذن واسی امام کے علاوہ اور کوئی لکھے پڑھے کوئی شخص موجود نہیں تھے صرف یکے حضرات موجود تھے میں کہتا ہوں ضرور موجود تھا وہ سب مسلمان کلمہ گو تھے مگر اظہار دین

کیلئے انکو جرات درکار تھی وہ انکے پاس نہیں تھی۔

شرعی مسئلہ ہے معلوم ہونا چاہیے کہ علم کا چھپانا جرم ہے خیانت ہے اسکا اظہار کرنا ضرور ہے اور باعث رحمت ہے۔اس حکمت کے بناء پر علم دین کو مساکین کے بے کینہ سینہ میں امانت رکھی گئی کہ یہ زمرہ اکثر اسمیں خیانت نہیں کرینگے۔دوسرے لوگ اس میں خیانت کرینگے۔اس لئے کہ یہ لوگ امانات ربانی کی خیانت کرنے کی خوگر ہوگئے ہیں انکی دل میں اس خیانات کی احساس تک نہیں جب کہ ان کے پاس خداوند کی دوسری قسم کے بے شمار انعامات واحسانات ہیں دولت ہے حکومت ہے وزارت ہے سعادت ہے تو ان نعمتوں کی انہوں نے کونسی حقوق ادا کئے ہیں کہ یہ علم دین بھی انہی کو دیجاتی وہ انکو ضائع کرنے سے چھاتے اوران میں خیانت نہیں کیں۔

چھٹا فلسفہ قلبی فراغت

چونکہ علم دین ایک مہتم بالشان اورعظیم المرتبہ کام ہے اسکے تحمل کیلئے ایک ایسی جماعت کی ضرورت تھی جسکی دل دماغ دیگر دنیاوی تمام لواحقات ولوازمات سے فارغ ہووہ صرف اس علم کی حقوق کی خیال رکھے اسلئے یہ کثرت مشاغل علم کیلئے سخت مضر رساں ہیں۔

دو دل بودن بجز بے حاصلی نیست

اس اعتبار واس حکمت سے حکیم ازلی علم دین کیلئے اکثر مساکین کومنتخب کیا ہے کیونکہ یہ صرف علم کے در پے اور اسکے خیال میں سرگر رہتے ہیں علم کے ساتھ انہی جماعت کی ہمدردی زیادہ ہے۔البتہ بعض اوقات بعض حالات میں باریانشین جماعت اپنے نفقہ کیلئے کچھ مشغلہ بالتبع یعنی عارضی طور پر کرتے رہے ہیں۔مثلاتجارت یا طباعت،ودواسازی

وغیرہ مگر انکی ساری ہمت علم واشاعت علم کی طرف ہوتی ہے۔

امراء وزراء اہل دولت اگر بالفرض علم دین حاصل بھی کر لے تو پھر بھی انکو اشاعت و فروغ دین کیلئے کہاں فرصت ملتی کہ وہ بہ نفسِ اسکی جانی خدمت سرانجام دے سکتے تھے ان کی نگرانی مال و دولت وجاہ وغیرت وتجارت و دیگر ساز وسامان کی حفاظت سے کہاں فرصت فارغ دل سے علم حاصل کر سکیں اور اسکی نشر واشاعت بھی کر سکیں وہ اپنی اوقات کو قیمتی سمجھتے ہیں۔

تمت

قرآن کی ضرورت کیوں ہے؟
مرتب
محمد عدنان فاروقی الحنفی
مکتبہ تعلیم القرآن نظامیہ
کلی جیو جھلم کاریز کوئٹہ